بدلتی دنیا کے تقاضے اور فکرِ اقبال

ڈاکٹر مختار احمد عزمی

کسی زمانے میں وقت سست رفتار ہو گا مگر اب تو یہ تیز تر بلکہ تیز ترین ہو چکا ہے۔آنکھ کے دیکھنے سے پہلے ہی منظر غائب ہو جاتا ہے۔ کُلَّ یومٍ ھُوَ فِی شَان [ا] کے مصداق، یہ کائنات ہر لحظہ تبدیلیوں کے زد میں ہے۔خالقِ ارض وسما اپنی کائنات اور احسنِ تقویم کی آرائش جمال سے ہنوز فارغ نہیں ہوا اوردمادم صدائے کن فَیَکُون آرہی ہے۔ہر لحظہ نیا طور اور نئی برقِ تجلّیٰ ہمارے سامنے رہتی ہے۔اس تیز ترین بدلائو اور نینو سیکنڈ ایج میں فکرِ اقبالؒ کو سمجھنے اور اس مردِ راہداں سے رہنمائی لینے کی اشد ضرورت ہے اوراس عمل میں جو لوگ مصروف ہیں،وہ سب ہماری مبارک باد کے مستحق ہیں۔

حضرت علاّمہ اقبالؒ نے بھی اپنے عرصہ ء حیات میں چرخِ نیلو فری کو تیزی سے رنگ بدلتے دیکھا تھا۔انہوں نے پہلی جنگِ عظیم کی ہولناکیوں کا مشاہدہ بھی کیا اور تیسری عالمگیر جنگ کو چشمِ تصور سے بھی دیکھا ،جو ان کی وفات کے صرف سولہ ماہ دس دن بعد شروع ہو گئی۔ دنیا والوں نے سرمایہ داری ، جمہوریت اور قومیت کے فتنوں کو بھی بھگتااور سوشلزم کی قہرناکیوں کو بھی برداشت کیا۔۔۔اور پھر اس جنگ کی تباہ کاریوں کی راکھ سے ایک نئی دنیا پیدا ہوئی۔کمالِ حیرت ہے کہ تیزی سے بدلتی ہوئی اس دنیا کے تقاضوں کودانائے راز نے، نہ صرف اپنی زندگی میں بہ طریقِ احسن رسپانڈ کیا بلکہ اب بھی اُن کی فکرِ عظیم ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔بہ قولِ اقبالؒ

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ وستارہ ہیں تیرے وجود میں گرداب

اقبالؒ کا اختصاص یہ ہے کہ ایک طرف وہ ہمارے قومی شاعر اور مصورِ پاکستان ہیں تودوسری طرف وہ حکیم الامت اورداعیِ اتحادِ اسلامی بھی ہیں۔ان کی تیسری جہت شاعر مشرق اورنوائے محکومانِ تھرڈ ورلڈ کی ہے اورچوتھی روشن جہت بین الاقوامی مفکر اور رہنما کی ہے۔

بدلتی دنیا کے تقاضوں کو سمجھنا اور پھر ان کا معقول جواب دینا کوئی اقبال سے سیکھے۔سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا تھا کہ انہوں نے ہند کے دیر نشینوں کا رخ سوئے بطحا پھیر دیا۔دنیا کی دو عیار و مکار اقوام کی دوہری غلامی یعنی انگریز کی سیاسی اور ہندوبنیے کی معاشی غلامی سے نجات کا کامیاب فارمولہ پیش کیا۔نہ صرف خطبہ الہ آباد کی شکل میں جدوجہدِ آزادی کی واضح سمت کا تعین کیا بلکہ محمد علی جناح کی صورت میں نگہ بلند، سخنِ دلنواز اور جانِ پُرسوز والا میر کارواں بھی دیا۔ یہ ہماری خوش بختی اور فکرِ اقبال کی نورانیت اور حقانیت ہے کہ اقبال کی وفات کے صرف نو برس بعد، پاکستان کی شکل میں ایک خوبصورت ملک وجودمیں آگیا۔یہ الگ بات کہ ہماری محسن کش قوم نے اقبال اور جناح کا آدھا احسان ۱۹۷۱میں اتار دیا اور باقی آدھا احسان اتارنے کی فکر میں لگی رہتی ہے۔اقبال کی یہ تنبیہ اب بھی ہمیں اپنے اعمال پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہے

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
اور کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

ان حالات میں فکرِ اقبال کی تابانی آج بھی ہماری رہنمائی کررہی ہے مگرستم ظریفی دیکھئے کہ جس کی روشنی سے ہم نے اپنے حال اور مستقبل کی راہوں کو روشن کرنا تھا،اُسی کی فکر کو اجنبیانے کے لئے پہلے فارسی اوراب اردو کو اپنے ہی دیس میں اجنبی بنا دیا گیا ہے۔جن درس گاہوں سے افکارِ اقبال کی کرنیں پھوٹنے کا امکان تھا ،اُنہی درسگاہوں میں ٹونکل ٹونکل لٹل سٹار ہو رہی ہے۔نہ لب پہ دعا آئے اورنہ شمع و پروانہ یا روشنی اور اندھیرے کے استعاروں میں بات ہو۔غیر ملکی فنڈز پر پلنے والی این جی اوز اپنے آقائوں کے پاکستان دشمن اور اقبال وقائد دشمن ایجنڈے پر عمل کرتی ہوئی قدم بہ قدم آگے بڑھ رہی ہیں۔اقبال اور قائد کے چاہنے والے اقبال اور قائد کے پاکستان میں پسپا ہو رہے ہیں۔۔اس صورِ حال میں‌جناب جسٹس جواد ایس خواجہ، سابق چیف

جسٹس عدالتِ عظمیٰ پاکستان، کے تاریخی اور آئینی فیصلہ ء نفاذِ اردو (۸ ستمبر ۲۰۱۵ئ)نے مطالعہ ء اقبالیات کے ذوق و شوق کی کچھ راہ ہموار کی ہے لیکن انگریزی راج کی پروردہ بیورو کریسی اس فیصلے پر عمل درآمد کی راہ میں مسلسل روڑے اٹکا رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اردو اور فارسی زبان وادب ہو گا تو علامہ کی فکر اور شاعری بھی زندہ رہے گی ورنہ کلامِ اقبال کون پڑھے گا اور کیسے پڑھے گا۔؟ اس پر مستزاد یہ کہ یومِ اقبال کی تعطیل بھی منسوخ کردی گئی ہے تاکہ سال میں ایک آدھ بار بھی اقبال کی یاد تازہ نہ ہو سکے۔ان حالات میں دینیاسی (دینی+سیاسی)جماعتیں ہماری مبارکباد اور شکریے کی مستحق ہیں جو اردو فارسی اور عربی ادب کے ساتھ فکرِاقبال کی بھی وارث ہیں۔لگتا ہے کہ جس طرح حضرت قائدِ اعظمؒ نے مکمل آزادی دینے بارے، انگریزوں کے تاخیری حربوں سے تنگ آکر ۱۹۴۶ء میں Quit India (آسان ترجمہ دفع ہو جائو)کا نعرہ لگایا تھا،اسی طرح اس ملک سے انگریزراج کی منحوس نشانی یعنی انگریزی کو بھگانے کے لئے بھی ایک بار پھر Quit Pakistanکا نعرہ لگانا پڑے گا۔اس کے لئے اقبال جیسی جراء تِ رندانہ چاہیے، جو کہہ سکے

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ ء دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

دنیا کس قدر تیزی سے بدل رہی ہے، اس کا اندازہ آپ اس امر سے لگا لیجئے کہ حضرت علامہ کے زمانے میں صرف ترکی اور افغانستان کی صورت میں دو آزاد اسلامی ممالک تھے۔اقبال کے پیغام کی صداقت اور وجدانی کیلکولیشن اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی کہ اس وقت ،ماشااللہ ستاون اسلامی ممالک آزادی سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔موئتمر عالمَ اسلامی اب او آئی سی اور ایکو کی صورت میں موجود ہے۔اندرونی اختلافات پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں لیکن ہم فکرِ اقبال کو رہنما بنا لیں تو نئے معجزات رونما ہو سکتے ہیں۔بس شرط صرف اتنی ہے کہ

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش
اے گرفتارِ ابو بکر و علی ہشیار باش

مسلم امہ کا اتحاد اقبال کا ایک ایسا خواب ہے جس کی مکمل تعبیر کے لئے مربوط اور مسلسل کوششوں کی ضرورت ہے۔نیل کے ساحل سے لے کر خاکِ کاشغر تک ،ہم کو ایک مضبوط ومتحدبلاک بنانے کے لئے بہت سا ہوم ورک کرنا ہے۔ حرم کی پاسبانی کے حوالے سے اس شعر کی عملی تفسیر، میں یوں کرتا ہوں کہ لاہورسے بارات تاشقنداور انقرہ جائے، تہران اور استنبول سے بارات لاہور آئے۔۔۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہمارے پاکستانی بھائی بہن ،یورپی شہروں کے میئر بن سکتے ہیں تو مشہد،ریاض، قاہرہ اور دوشنبے کے پاکستانی میئرکیوں نہیں بن سکتے یااسلامی ملکوں کے مسلمان پاکستانی شہروں کے مقیم اور افسر کیوں نہیں ہو سکتے۔؟ یہود کی سازشوں سے۱۹۲۰ء کے بعد پاسپورٹ کی جکڑبندیوں نے ہمیں چھوٹے چھوٹے مصنوعی ممالک میں بانٹ دیا ہے اور اتحادِ ملت کا اقبالی خواب دھندلاتا جا رہا ہے۔۹/۱۱ء کے بعد ” سب سے پہلے پاکستان “ جیسے نعروں نے ہمیں بزدل ،ڈرپوک ، مفاد پرست اور منافق بنا دیا ہے۔مسلم ممالک بالخصوص مشرقِ وسطیٰ کے ممالک آج آتش فشاں بنے ہوئے ہیں۔۔فلسطین اور شام کھنڈرات بن چکے ہیں اور مہاجرین دربدر رُل رہے ہیں۔اغیار طعنہ زن ہیں کہ تم پناہ کے لئے مغرب میں کیوں آتے ہو ؟ مکہ اور مدینہ کیوں نہیں جاتے ؟ اسرائیل اپنا دارالحکومت تل ابیب سے یروشلم منتقل کر چکا ہے اور مسلمانانِ عالم ایک کمزور سا احتجاج کر کے سو چکے ہیں۔بہ قولِ اقبالؒ

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

آج بھی حکیم الامت، مسلمِ خوابیدہ کو بیداری کا پیغام دے رہے ہیں۔وہ اُسے پھر سے توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلارہے ہیں۔آج کے تیز ترین بدلائو میں میں بھی اقبال ایمان و یقین کی شمعیں لئے ہماری رہنمائی کر رہے ہیں۔۔تندوتیز ہوا میں بھی وہ مردِ درویش اپنا چراغ جلائے کھڑا ہے۔بدلتی دنیا کے تناظر میں سوچنے اور عمل کرنے کی بات یہ ہے کہ اہلِ یورپ اور امریکہ سینکڑوں اختلافات کے باوجود کیسے متحد ہیں اور ہم مضبوط اشتراکات کے باوصف انتشار کا شکار کیوں ہیں۔؟کچھ عرصہ پہلے، جرمن چانسلر انجیلا مرکل نے بھی یہی بات کہی تھی کہ غیر مسلم اقوام ہزاروں اختلافات کے باوجود متحد ہیں مگر مسلمان ایک خُدا، ایک رسول ،ایک کعبہ اور ایک قرآن پر ایمان ہونے کے باوجود ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔اُدھر دیکھیں تو یورپی یونین وجود میں آ چکی ہے اورباون

ریاستوں پر مشتمل، امریکہ کی صورت میں، نئی دنیا اور لمحہ موجود کی واحد سُپر پاور اپنا لوہا منوا رہی ہے۔دوسری طرف دیکھیں تو مسلم ممالک میں سفر کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے حتیٰ کہ اندرون پاکستان سندھ بلوچستان جانے کے لئے بھی فوجی کانوائے کا سہارا لینا پڑتا ہے۔[۲] جہاں بان و جہانگیر و جہاں دارو جہاں آرا قوم کے وارث آج خود گُڈگورننس کو ترس رہے ہیں۔اس تناظر میں ، بدلتے وقت میں ہم فکرِ اقبال کو اس شعر میں تلاش کر سکتے ہیں۔

رشتہ ء الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو

پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

حضرت علامہؒ نے اپنی زندگی میں گراں خواب چینیوں کے سنبھلنے اور ہمالہ کے چشمے ابلنے کی بشارت دی تھی جو حرف بہ حرف پُوری ہو چکی ہے۔ چینی افیمی قوم نہ صرف سنبھل کے آزاد ہو چکی ،سُپر پاور بن چکی بلکہ پاکستان کے ساتھ دوستی کے مضبوط رشتے میں بھی بندھی ہوئی ہے۔پاکستان اور چین کے نئے منصوبہ برائے اقتصادی تعاون (CPEC) کی تکمیل کے بعد اقبال کے ایک اور خواب کی تعبیر ملنے کے روشن امکانات ہیں۔چین، بھارت،پاکستان، ترکی ،ایران، ملائیشیا اور جاپان کی صورت میں مشرقی ممالک کا ایک نیا طاقتور بلاک ابھر رہا ہے۔اب ہمیں اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں بننے کے لئے عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔ بقولِ اقبالؒ

تہران ہو گر عالمَ مشرق کا جنیوا

شاید کرّہ ء ارض کی تقدیر بدل جائے

اقبال کہتے ہیں کہ بدلتے روزوشب میں، مسلمان اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اللہ کی رسی یعنی کلمہ طیبہ اورعشق رسالت مآبؐ کو مضبوطی سے نہ پکڑ لیں۔

وہ دانائے سبل ،ختم الرسل، مولائے کُل جس نے

غبارِ راہ کو بخشا فرغِ وادیء سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول ، وہی آخر

وہی قرآں ،وہی فُرقاں، وہی یٰسیں، وہی طہٰ

موئتمر عالمِ اسلامی بیت المقدس میں، حضرت علامہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا

میں تو جب کبھی سوچتا ہوں،شرم وندامت سے میری گردن جھک جاتی ہے کہ کیا ہم مسلمان

آج اس قابل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر فخر کر سکیں ؟ہاں جب ہم اس نور کو اپنے

دلوں میں زندہ کر لیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں داخل کیا تھا تواس وقت

اس قابل ہو سکیں گے کہ حضورؐ ہم پر فخر کریں" [۳]

حکیم الامتؒ کے نزدیک جہا داور اجتہاد ہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر اسلام اور مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ ممکن ہے۔بغداد کی تباہی کے وقت حضرت امام ابنِ تیمیہؒ نے اجتہاد کا ڈول ڈالا اوربرِّ صغیر میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اجتہاد کے بند دروازے کھولے تھے۔حضرت علامہ بھی " فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو" میں اجتہادی اندازِفکر اپناتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ پارلیمنٹ کا تصور بھی پیش کرتے ہیں مگر ایسی پالیمنٹ جو صادق اور امین لوگوں پر مشتمل ہو۔

ملتِ اسلامیہ کی نشاۃِ ثانیہ کیلئے ، خالقِ ارض و سما نے ،سرکارِ مدینہؐ کے صدقے ہمیں وافر وسائل عطا کئے ہیں۔ جغرافیائی اہمیت کا رقبہ، عسکری قوت، معدنیات اورزرعی اجناس وغیرہ۔دُینا کی کل پیداوار میں اسلامی دنیا کا تناسب حیران کن ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اگر محنت اور سخت کوشی کا جزو لازم بھی شامل ہو جائے تو اس ملت اسلامیہ کا دوبارہ عرج ایک خوشخبری میں ڈھل جائے گا۔یہی اقبال کا پیغامِ جاودانی ہے کہ سخت کوشی ہی سے تلخ زندگانی انگبیں میں بدلتاہے۔خونِ جگر کے بغیر کوئی نقش اور کوئی نغمہ مکمل نہیں ہوتا۔فرمان ِربّانی ہے۔

انسان کو وہی کچھ ملتا ہے،جس کی وہ کوشش کرتا ہے" [۴]

حضرت علامہ علم او رتحقیق کو انفرادی اور اجتماعی کامیابی کی کلید سمجھتے ہیں۔وہ اس امر پر دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ

شیر مردوں سے ہوا بیشہ ء تحقیق تہی

رہ گئے صووفی و ملّا کے غلام اے ساقی

عشق کی تیغِ جگردار اُڑا لی کس نے

علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

مختار مسعود لکھتے ہیں

جب حق کی جگہ حکایت اورجہاد کی جگہ جمود لے لے،جب مسجدیں ویران

اور مدرسے بے چراغ ہو جائیں ،جب مسلمانوں کو زندگی سے پیار ہو جائے اور

موت سے خوف آنے لگے تو صدیاں یونہی گُم ہو جاتی ہیں۔“ [۵]

علم و حکم از رقصِ جاںآید بدست

ہم زمیں ہم آسماں آید بدست

فرد از وے صاحبَ جذبِ کلیم

ملت از وے صاحبِ ملک عظیم [۶]

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ، فکر اقبال کی چوتھی روشن جہت ان کی بین الاقوامی اور آفاقی جہت ہے۔بنی نوعِ انسان کے دردوکرب کا اظہار ان کی شاعری کے ابتدائی دور سے آخر تک، سانس کی ڈوری کی طرح موجود ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتی ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

اقبال یورپ گئے تو وہاں بھی دیکھا کہ کوئی نہیں غمگسار انسا ں، اور یورپ کی ظاہری چمک دمک جھوٹے نگوں کی ملمع کاری کے سوا کچھ بھی نہیں۔عالمی سود خور مہاجنوں نے عام افراد کی آزادی کو قرضوں میں جکڑرکھا ہے۔ایک کا سود لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات بن جاتاہے۔ آج کی بدلتی ہوئی دنیا میں ،روس کی شکست کے بعد، امریکی صدر ٹرمپ نے اقوامِ متحدہ کے کفن چوروں کے ساتھ مل کر مسلم ممالک کے خلاف یک طرفہ ورلڈ آڈرر جاری کر رکھا ہے۔ان حالات میں اقبال ” پس چہ باید کرد اے اقوام شرق “ کی صورت میں ایک توانا اور انقلابی پیغام دیتے ہیں۔

مکہ نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام

جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم

علامہ اقبالؒ اپنی ایک ریڈیائی تقریر میں ،جو یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا ریڈیولاہور سے نشر ہوئی، فرماتے ہیں ،

سامراجی ظلم،،بیرونِ در ڈھارس بندھانے کے نام پر جمہوریت،قوم پرستی،اشتراکیت،اور فاشیت اور خدا جانے ان کے علاوہ اور کیا کیا کچھ، کے نقابوں سے اپنا چہرہ چھپا کر

باہر نکلتا ہے۔ان نقابوں کے پیچھے دنیا کے ہر گوشے میں ،جذبہ ء آزادی،انسانی

شرف اس انداز سے پاؤں تلے روندا جاتا ہے، جس کی مثل انسانی تاریخ کا

تاریک ترین دور بھی پیش نہیں کرتا“[

ایک اور جگہ اسی حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں

" Believe be ,Europe is the greatest hinderance in the way of man,s ethical advancement [۸]

جس طرح بیسویں صدی کو انقلابات کی صدی کہا گیا اسی طرح اب اکیسویں صدی کو معلومات کی صدی یا Age of communication کہا جارہا ہے۔اس بدلتی ہوئی نیا میں اقبال کا خواب پاکستان، الحمدللہ،اب ایک ایٹمی طاقت بن چکا ہے مگر اب اسے ایک معاشی طاقت بھی بننا ہے۔جس ملک ہر سال میں ستّر ارب روپے کی زکوٰۃ دی جاتی ہو ،اسے خوشحالی کی منزل تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔مگر علامہ اقبالؒ تو اس سے اگلی منزل پہ کھڑے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔اُن کے ہاتھ میں ایک فکر انگیز فلیکس ہے جس پر جلی حروف میں لکھا ہے

سبب کچھ اور ہے جس کو تُو خود سمجھتا ہے

زوال بندہ ء مومن کا بے زری سے نہیں

ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں

اقبال اس جوہرِحیات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جو فرد کو تب و تابِ جاودانہ

عطا کرتا ہے اور زندگی کی رزم گاہ میں تگ و تازِ مسلسل پر آمادہ کرتا ہے“ [۹]

تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا کا منظر نامہ امن و آشتی کا طالب ہے۔ ہمیں دنیا کو اسلام کا حیات آفریں پیغام دینا ہے۔امن اور محبت سے

معمور اُس آرٹ کو سامنے لانا ہے جس کے بارے اقبال نے سو سال پہلے ہمیں پیغام دیا تھا

ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور

ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

اسلام کے اس نورانی چہرے یعنی اسلامی آرٹ بارے اقبال نے " مرقعِ چغتائی غالب" کے پیش لفظ میں لکھا ہے

Islamic art yet has to be born." . ''

[۱۰]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے غالب اور میر کی عالمی سطح کی شاعری کے ہوتے ہوئے،رومی، سعدی اور حافظ کے اعلٰی درجے کے فکر و فن کے ہوتے ہوئے اور خود اقبال کی باکمال شاعری کی موجودگی میں ،اقبال یہ کیوں کہتے ہیں کہ ابھی اسلامی آرٹ کا ظہور باقی ہے اوراگر ایسا ہونا ہے تو آخر کب ہونا ہے؟۔۔۔۔۔۔۲۰۰۱ء میں، ۹؍۱۱ سے صرف ۴ ماہ پہلے میری ملاقات ایک نامورامریکی آرٹسٹ " یان ٹی" سے ہوئی جس نے چندہی برس پہلے اسلام قبول کیا تھا۔اس نومسلم مصورکا اسلامی نام عبدالبدیع رکھاگیا۔یہاں تفصیل کا موقع نہیں ،تاہم عبدالبدیع کو دیکھ کر مجھے ایسا لگا کہ کہیں یہی تو وہ آرٹسٹ نہیں ہے جس کی پیدائش یا ظہور بارے اقبال متجسس تھے۔عبدالبدیع نے اسلامی زندہ آرٹ live art Islamicکی ایک نمائش ، امریکہ کے آئی ٹی سنٹر بوسٹن میں ۲۰۰۰ء میں منعقد کی۔اس نمائش کو دیکھ کر پچاس فیصد وزٹرز نے اسلام قبول کرلیا۔۔۔۔۔۔ہمارے ہندوپاک کے شاعروں اور آرٹسٹوں کے اعصاب پر تو عورت سوار ہے۔ہمارے لئے تو یہ سوچنا بھی محال ہے کہ کیاواقعی اسلامی آرٹ اس قدر طاقت اور حسن رکھتا ہے کہ اس سے متاثر ہو کر کوئی شخص اپنا عقیدہ بدل لے ؟۔لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کرنے والے ان نومسلموں میں ہم سے کہیں زیادہ جذبہء ایمانی پایا جاتا ہے۔ہمیں اپنے ان نورانی اور جمالی چہروں کو کھوجنا ہے اور دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔بدلتی دنیا کا ایک تقاضا یہ بھی ہے اور فکرِاقبال کی ایک روشن کرن یہ بھی ہے۔

عشق کی مستی سے ہے پیکرِ گِل تابناک

عشق ہے صہبائے خام ،عشق ہے کاسُ الکرام

عشق فقیہِ حرم ، عشق امیرِ جنود

عشق ہے ابن السبیل۔اس کے ہزاروں مقام

وماعلینا الا البلاغ

حوالہ و حواشی

۱۔القران الحکیم، سورۃ الرحمٰن

۲۔یہاں اس امر کا تذکرہ بے جا نہ ہو گا کہ لارنس آف عریبیا کی طرح کے سینکڑوں لارنس اورریمنڈ ڈیوس دن رات مسلمان ممالک بالخصوص پاکستان میں انتشار پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔امریکہ کا ففتھ جنریشن منصوبہ اب کوئی ڈھکی چھُپی بات نہیں رہی۔

۳۔علامہ اقبال، تقریر مشمولہ "سفر نامہ اقبال " مرتبہ۔محمد حمزہ فاروقی مکتبہ معیار،کراچی ۱۹۷۳ء ص ۱۷۲

۴۔القران الحکیم ، سورۃ النجم

۵۔مختار مسعود، آوازِ دوست، فیروز سنز۔لاہور۱۹۹۹ء

۶۔علامہ اقبال ،خطاب بہ جاوید، جاوید نامہ ۲۰۸

۷۔علامہ اقبال،تحریریں ، تقریریں اور بیانات مرتبہ اقبال احمد صدیقی۔اقبال اکادمی لاہور ۱۹۹۹ئ، ص ۳۳۸

۸۔ Iqbal,Muhammad ,Reconstruction of relegious thought in Islam, Iqbal Academy Lahore 1990 p 142

۹۔اقبال کے کلاسیکی نقوش۔اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۸ء ص ۶۷۳

۱۰۔مرقع چغتائی غالب۔چغتائی میوزیم لاہور ، اقبال اکادمی لاہور